گلگت بلتستان کی قومی تشخص کا بحران

تحریر: انجینئر منظور پروانہ چیئر مین گلگت بلتستان یونائیٹڈ موؤمنٹ

گلگت بلتستان 1836ء سے ہی مہاراجہ ہری سنگھ کی ریاست جموں وکشمیر کا آئینی حصہ رہا ہے، 110 سالوں تک یہاں ڈوگروں کی بالواسطہ یا بلا واسطہ حکومت رہی اور گزشتہ 71 سالوں سے یہ خطہ اپنی قومی تشخص سے محروم چلا آرہا ہے۔ 1934ء 1937ء اور 1941ء میں ریاست جموں وکشمیر اسمبلی کے لئے منعقدہ ریاستی انتخابات میں گلگت بلتستان سے پانچ افراد خطے کی نمائندگی کرتے رہے ہیں۔ انگریزوں نے جب ہری سنگھ کے ساتھ معاہدہ ختم کیا تو یکم اگست 1947ء کو گھنسارا سنگھ نے بطور پہلا اور آخری گورنر ناردرن صوبہ (لداخ وگلگت) ریاست جموں وکشمیر کا انتظامی کنٹرول سنبھالا اور یکم نومبر تک صرف تین مہینے گورنر رہا۔ اپنی آزادی کی 16 دنوں کی مختصر مدت پورا کرنے کے بعد "آزاد جمہوریہ گلگت" صوبہ سرحد کے ایک نائب تحصیلدار کی نیابت میں داخل ہوگیا اور "گلگت ایجنسی" کو ایف سی آر کی شکنجے میں کس لیا گیا، جبکہ پاکستان کی آئینی حصوں میں ایف سی آر کا نظام نہیں تھا۔ ادھر بلتستان لداخ سے کٹ کر گلگت میں شامل ہوگیا۔ گلگت ایجنسی 1950ء تک صوبہ سرحد کے پولیٹیکل ایجنٹ کے زیر انتظام رہا، اس کے بعد گلگت ایجنسی کو دوبارہ ناردرن ایریاز نام پر بحال کیا گیا۔ یہ دراصل پاکستان کے نادرن ایریاز کی مناسبت سے نہیں تھا بلکہ مہاراجہ ہری سنگھ کی جموں وکشمیر ریاست کا تیسرا صوبہ (ناردرن پروونیس) کی نسبت سے تھا۔ جس کا ذکر اقوام متحدہ کی قراردادوں میں آچکا تھا۔ اسی ضمن میں آزاد کشمیر اور ناردرن ایریاز پر مشتمل انتظامی یونٹ بنائی گئی جسے KANA ڈویژن نام دیا گیا۔

معاہدہ کراچی پر عمل درآمد کرتے ہوئے 1950ء میں گلگت بلتستان کا انتظامی کنٹرول صوبہ سرحد سے اٹھا کر وزارت امور کشمیر کے ماتحت کر دیا گیا اور "پولیٹیکل ایجنٹ" کو "پولیٹیکل ریزیڈنٹ" نام دیا گیا اور 1952ء میں کشمیر افیرز کے جوائنٹ سکریٹری کو ناردرن ایریاز (گلگت بلتستان) کا "پولیٹیکل ریزیڈنٹ" مقرر کیا گیا۔ 1958ء میں ماتح گلگت کرنل مرزا حسن خان کی سیاسی جماعت "گلگت لیگ" پر پابندی لگائی گئی جو کہ گلگت بلتستان کی پہلی سیاسی جماعت تھی۔ گلگت لیگ پر پابندی کے بعد کرنل مرزا حسن نے آزاد کشمیر میں سول سروس جوائنٹ کی۔ 1958ء میں جب پاکستان میں مارشل لاء لگا تو اس وقت گلگت بلتستان کی متنازعہ حیثیت کے پیش نظر یہاں مارشل لاء نہیں لگایا گیا۔ 1967ء پولیٹیکل ریزیڈنٹ کو "ریزیڈنٹ" نام دیا گیا اور پہلی بار ریزیڈنٹ کا صدر دفتر گلگت میں کھولا گیا اور ایک ریزیڈنٹ کے ماتحت دو پولیٹیکل ایجنٹ کی تقرری عمل میں لائی گئی۔ ایک گلگت کے لئے اور دوسرا بلتستان کے لئے۔ ان پولیٹیکل ایجنٹوں کے پاس انتظامیہ، ریونیو، عدلیہ، غرض تمام اختیارات تھے۔ 1970ء میں گلگت بلتستان میں پہلی بار 16 رکنی ناردرن ایریاز کونسل کے لئے انتخابات ہوئے، ریزیڈنٹ اس کونسل کا سربراہ ہوتا تھا اور عوامی منتخب نمائندے ریزیڈنٹ کے ماتحت تھے۔ بعد میں وزیر امور کشمیر کو اس ناردرن ایریاز کونسل کا چیئر مین بنایا گیا۔ آج 47 سال بعد وزیر اعظم پاکستان، گلگت بلتستان کونسل کا چیئر مین ہے۔

گلگت بلتستان ماضی بعید میں بھی کسی منظم تحریک کا حامل نہیں رہا ہے، یہاں تبدیلی ہمیشہ کسی نہ کسی حادثے کا پیش خیمہ رہا ہے۔ یکم نومبر کے بعد ایک اور حادثے نے گلگت بلتستان کی سیاسی وانتظامی صورت حال بدل کر رکھ دیا، ایک فوجی آفیسر کی بچی امتحان میں فیل ہوگئی، آفیسر کی بیوی نے سکول کا سونامی دورہ کیا اور اسکول کی ہیڈ مسٹریس سے طوفان بدتمیزی کی۔ شکایت ڈپٹی کمشنر تک پہنچی اور ہیڈ مسٹریس کو ملازمت سے معطل کر دی گئی، ہیڈ مسٹریس کی بحالی کی درخواست لے کر جانے والے عمائدین کو بھی ڈپٹی کمشنر نے جھاڑ پلادی، عوام ہیڈ مسٹریس اور عمائدین کی بے عزتی پر سراپا احتجاج ہوگئے۔ احتجاج دیکھتے ہی دیکھتے حقوق کی تحریک اور ایف سی آر ہٹاؤ تحریک میں بدل گیا۔ عوامی احتجاج کو روکنے کے لئے ریاستی طاقت کا استعمال ہوا۔ سکیورٹی فورسس نے نہتے شہریوں پر گولی چلائی ایک کشروٹ کا نوجوان رجب علی شہید ہوگیا۔ رجب علی گلگت بلتستان کے حقوق کے لئے آواز اٹھاتے ہوئے جان دینے والا پہلا شہید ہے۔ تنظیم ملت کے درجنوں افراد گرفتار کر لئے گئے۔ ظلم کے خلاف عوامی عدالت لگ گئی جیل کو توڑا گیا اور قیدیوں کو رہا کروا ئے گئے۔۔

ساٹھ کی دہائی گلگت بلتستان میں سیاسی شعور کا ارتقائی دور کہلایا جاسکتا ہے، اس عشرے میں کراچی، لاہور اور پنڈی میں حصول تعلیم کے لئے جانے والے طلباء اور باشعور لوگوں نے ایک تنظیم گلگت بلتستان جمہوری محاذ کے نام سے بنائی، اس تنظیم نے پہلی بار گلگت بلتستان نام متعارف کرایا۔ یہ تنظیم 1973ء تک متحرک رہی۔ اس کے بعد 1973ء میں کراچی میں زیر تعلیم طلباء نے گلگت بلتستان اسٹوڈینس فیڈریشن کی بنیاد رکھی جو کہ فعال جدوجہد کے بعد 1976ء کے بعد غیر فعال ہوئی۔ ان تنظیموں نے گلگت بلتستان سے ایف سی آر کے کالے قانون کو ختم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ لٹریچر، میگزین اور ہفت روزہ اخبارات کی اشاعت کے ذریعے گلگت بلتستان کے حالات سے دنیا کو آگاہ کیا۔

2 مارچ 1963ء کو پاکستان اور چین کے درمیان بارڈر منیجمنٹ معاہدہ ہوا تو اس معاہدے کی آرٹیکل 6 میں یہ شرط رکھا گیا کہ مسئلہ کشمیر حل ہونے کی صورت میں چین یہاں بننے والی اس وقت کی حکومت سے دوبارہ معاہدہ کرے گی اور یہ معاہدہ کلعدم ہوگا۔ اس معاہدے کو "سنکیانگ کشمیر بارڈر معاہدہ" کہا جاتا ہے۔ سنکیانگ گلگت معاہدہ نہیں کہلاتا۔ جب اس معاہدے کے خلاف انڈیا نے 16 مارچ 1963ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں احتجاج کیا تو پاکستان کے وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے وضاحت کرتے

ہوئے کہا کہ پاکستان اور چین کے درمیان باڑ درمعاہدہ، جموں وکشمیر کی اکائیوں (گلگت بلتستان) کی متنازعہ حیثیت پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

2 جولائی 1972ء کو جب شملہ میں ذوالفقار علی بھٹو اور بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی کے درمیان مذاکرات طے پا رہے تھے تو اس وقت اندرا گاندھی نے بھٹو کی توجہ " گلگت ایجنسی " کی طرف مبذول کراتے ہوئے پوچھا کہ مسٹر بھٹو آپ نے گلگت میں ایف سی آر کس قانون کے تحت لگایا ہوا ہے جبکہ یہ خطہ ریاست جموں وکشمیر کا اٹوٹ انگ ہے۔ مذاکرات کے بعد جب بھٹو پاکستان واپس آئے تو انہوں نے اگست 1972ء میں گلگت بلتستان سے ایف سی آر کا کالا قانون ختم کرنے کا اعلان کیا اور نیا انتظامی اصطلاحات متعارف کروایا۔ جس کے مطابق ریزیڈنٹ اور پولیٹیکل ایجنٹ کو بالترتیب کمشنر اور ڈپٹی کمشنر نام دیا گیا، راجگی نظام کو بھی ختم کیا گیا، گلگت اور بلتستان ایجنسی کو ڈسٹرکٹ کا نام دیا گیا۔ اور دیامر کو بھی الگ ڈسٹرکٹ کا درجہ دیا گیا۔ بھٹو نے ایف سی آر کا خاتمہ کرکے نہ صرف پاکستان پر بین الاقوامی دباؤ کم کیا بلکہ بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی کو بھی نرم پیغام دیا کہ پاکستان متنازعہ ریاست جموں وکشمیر کے اس اہم خطے (گلگت بلتستان) میں اقوام متحدہ کے قراردادوں پر عمل پیرا ہے۔

ستمبر 1974ء میں بھٹو نے گلگت کا دورہ کیا اپنے اس اہم دورے کے موقع پر انہوں نے گانچھے اور غذر ڈسٹرکٹس کا اعلان بھی کیا۔ انہوں نے ناردرن ایریاز کے عوام کو خوردنی اشیاء پر سبسیڈی کا اعلان بھی کیا جو کہ بھارت کے زیر انتظام متنازعہ خطے کے عوام کو حاصل تھا۔ بھٹو کو گلگت بلتستان کی مسلمہ بین الاقوامی متنازعہ حیثیت کا ادراک تھا اس لئے جب دورۂ گلگت کے موقع پر عوام نے بھٹو سے صوبہ بنانے کا مطالبہ کیا تو بھٹو نے برجستہ کہا کہ "صوبہ تاریخ بناتی ہے بھٹو نہیں بناتا"۔ آئین پاکستان 1973ء کے خالق ذوالفقار علی بھٹو گلگت بلتستان کو پاکستان کے آئین میں شامل نہیں کر سکے البتہ سستے داموں اناج کی فراہمی کا اعلان کرکے بھٹو نے گلگت بلتستان کے عوام کے دلوں پر نہ صرف راج کیا بلکہ سٹیٹ سبجیکٹ رولز کی خلاف ورزی کرکے یہاں کی ڈیموگرپھی کو تبدیل کرنے کی نئی تاریخ بھی رقم کی۔ سٹیٹ سبجیکٹ رولز کی خلاف ورزی کا بنیادی مقصد خطے میں غیر مقامیوں کی بڑے پیمانے پر آبادکاری کو ممکن بنا کر یکم نومبر 1947ء جیسی عوامی انقلاب یا بغاوت کے امکان کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا تھا۔

یکم نومبر 1947ء کو گورنر گلگت گھنسارا سنگھ کی اپنے سکیورٹی گارڈز کے ہاتھوں یرغمال بنائے جانے والے مہم کو ہم ڈوگروں سے " آزادی" کا نام دیتے ہیں جبکہ اس سارے گیم کا کرتا دھرتا گلگت اسکاؤٹ کے سربراہ میجر براؤن نے اسے "بغاوت گلگت" کہا ہے۔ میں آج تک یہ نہیں سمجھ پایا ہوں کہ یہ بغاوت تھی یا آزادی۔ اگر اسے آزادی کہا جائے تو 70 سال گزرنے کے باوجود گلگت بلتستان نہ آزاد ریاست ہے اور نہ ہی کسی ریاست کا حصہ ہے۔ دنیا میں جب کوئی خطہ آزادی حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنی آزاد حکومت تشکیل دیتی ہے اور اس آزادی کو دنیا کے دوسرے ممالک تسلیم کرتے ہیں۔ اگر یہ ملک اپنی آزادی وخودمختاری کو قائم رکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا ہے تو کسی دوسرے ملک کے ساتھ الحاق کر لیتا ہے۔

گلگت بلتستان کی 16 دنوں کی آزادی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے اور پاکستان کے ساتھ الحاق کی عوامی خواہش میں بھی کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں تھی اس کے باوجود حکومت پاکستان نے پہلے گلگت بلتستان کی آزاد حکومت کو پشاور سے ایک نائب تحصیلدار (پولیٹکل ایجنٹ) بھیج کر ختم کر دیا۔ (بقول میجر براؤن: میں نے حکومت پاکستان کو تار دیا تھا کہ اس خطے پر کنٹرول حاصل کریں)۔ اس کے بعد نہ گلگت بلتستان کو بطور آزاد ملک تسلیم کیا اور نہ ہی الحاق کو قبول کیا۔ 1949ء میں کراچی معاہدہ کرکے گلگت بلتستان کی آزادی کو "بغاوت" قرار دیتے ہوئے اسے دوبارہ ریاست جموں وکشمیر سے جوڑ دیا گیا، جس کی وجہ سے آج بھی ہم نہ تیرہ میں ہیں نہ تین میں ہیں۔

ان صورت حال کے پیش نظر میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ یکم نومبر کی مہم جوئی ایک نامکمل آزادی کی تحریک تھی اور ساتھ ہی ساتھ ایک ناکام بغاوت بھی۔ ہم اس جنگ آزادی میں 48 ہزار مربع اراضی کو واگزار کرانے میں کامیاب ہوئے تھے لیکن اس خطے کو آزاد رکھنے یا کسی اور ملک کے ساتھ الحاق کروانے میں ناکام ہو گئے تھے اور آج بھی ناکام ہیں۔ ایک سازش کے تحت ہماری آزادی کی بازی پلٹا دی گئی ہم نے ڈوگروں کو زوجیلہ سے بھگا دیئے تھے، ڈوگروں کو واپس آنے کی ہمت نہیں ہوئی البتہ ہمیں "مسئلہ کشمیر" نامی دوڑی میں باندھ کر دوبارہ ڈوگرہ ریاست کے حوالے کر دیا گیا۔ ہماری جیتی ہوئی آزادی کی جنگ کو غلامی میں بدل دینے والوں کا محاسبہ کرنے کے بجائے ہم آج بھی الحاقی افسانے گھڑنے اور جھوٹی تاریخیں لکھ لکھ کر اپنے دل کو بہلانے اور نئی نسل کو کھڈے لائن لگانے میں لگے ہوئے ہیں۔ کڑوا سچ تو یہ ہے کہ ہم 1947ء کی بغاوت میں ناکام ہوئے اور آزادی کی تحریک میں بھی کامیابی نہیں ملی۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یکم نومبر والا سانحہ نہ بغاوت تھی نہ آزادی بلکہ ایک انگریز فوجی آفیسر کی سازش تھی جسے " گریٹ گیم " کہا گیا ہے۔

اگرچہ میجر براؤن نے گلگت بلتستان میں مذہبی منافرت کا بیج روز اول سے ہی بویا تھا، ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جنرل ضیاء نے گلگت بلتستان میں " فرقہ واریت " کو فروغ دیا۔ 5 جولائی 1977ء کو جنرل ضیاء الحق نے پاکستان میں مارشل لاء کا نفاذ کیا اور ناردرن ایریاز (گلگت بلتستان) کو بھی مارشل لاء کا زون ای قرار دے دیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق نے پہلی بار گلگت بلتستان کی متنازعہ حیثیت کا پینڈورا بکس کھولا اور کشمیری قیادت کی طرف سے بھی سخت قسم کا ردعمل سامنے آیا۔ جنرل ضیاء الحق نے اپریل 1982ء میں ایک اخباری بیان جاری کیا کہ " کشمیر متنازعہ ہے جبکہ ہنزہ، گلگت اور سکردو متنازعہ نہیں ہے "۔ جنرل ضیاء نے گلگت بلتستان سے تین افراد کو مجلس شوریٰ میں مبصر منتخب کیا اور 15 اپریل

1985ء کوگلگت بلتستان کوقومی اسمبلی اور سینیٹ میں نمائندگی دینے کا اعلان کردیا۔ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تا کہ گلگت بلتستان کو پاکستان میں شامل کرنے کے لئے سفارشات مرتب کی جاسکے۔اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ صدر پاکستان کو پیش کردی لیکن اس کا کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا اور نہ ہی اس رپورٹ کومنظر عام پر لایا گیا۔ضیاء الحق نے گلگت بلتستان کا طوفانی دورہ کیا اور گلگت بلتستان کی فضائیں کئی سالوں تک "مردمومن مردحق ،ضیاء الحق ضیاء الحق" کے نعروں سے گونجتی رہی۔ایک عشرہ گلگت بلتستان کے عوام نے ضیاء الحق کی جھوٹی تسلیوں کے سہارے گزارا۔

جنرل ضیاء الحق گلگت بلتستان کو پاکستان کی آئین میں شامل کرنے میں تو کامیاب نہیں ہوئے البتہ گلگت بلتستان میں فرقہ واریت کو پروان چڑھانے میں خاصا کامیاب رہا۔ مئی 1988ء میں جنرل ضیاء الحق کی ایماء پر ایک لاکھ سے زائد عسکریت پسندوں نے گلگت بلتستان پر فرقہ وارانہ لشکر کشی کی اور گلگت بلتستان میں آگ وخون کا کھیل کھیلا۔88ء کی شیعہ نسل کشی کا منصوبہ دراصل جنرل ضیاء الحق کا فرقہ وارنہ گریٹ گیم تھا۔۔اس گریٹ گیم میں منصوبہ سازوں ،حملہ آوروں اور سہولت کاروں کو بنیادی مقصد میں کامیابی نہیں ملی البتہ گلگت بلتستان میں فرقہ واریت کا زہر اس طرح گھول دیا گیا کہ یہ خطہ آج بھی اس سازشی منصوبے کے اثر سے آزاد نہیں ہوسکا۔گلگت بلتستان میں غیر مقامیوں کو بسانے کے لئے بھٹو اور ضیاء کا مشن مشترک اور طریقہ واردات مختلف تھا،بھٹو نے سٹیٹ سبجیکٹ رولز کی خلاف ورزی کر کے مقامی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کی منصوبہ بندی کی۔جبکہ ضیاء الحق مقامی آبادی کی نسل کشی کر کے غیر مقامیوں کو یہاں آباد کرانا چاہتا تھا۔

جنرل ضیاء کی حادثاتی موت کے بعد ایک بار پھر بے نظیر بھٹو کی قیادت میں پاکستان پیپلز پارٹی کو حکومت ملی تو پی پی گلگت بلتستان کے صدر، قربان علی (مرحوم) کو وزیر اعظم پاکستان کا مشیر چن لیا گیا۔جب پی پی دوسری بار اقتدار میں آئی تو 25 اپریل 1994ء کو ناردرن ایریاز کے لئے پیکیج کا اعلان ہوا جس کے مطابق گلگت بلتستان میں پہلی بار جماعتی بنیاد پر 24 حلقوں میں ناردرن ایریاز کونسل کے لئے انتخابات ہوئے ،وزیر امور کشمیر وشمالی علاقہ جات کونسل کا چیف ایگزیکٹو قرار پایا، عوامی نمائندوں کو ڈپٹی چیف ایگزیکٹو کو منتخب کرنے کا اختیار ملا۔گلگت بلتستان کی عنان حکومت کی بھاگ دوڑ بدستور KANA ڈویژن کے پاس ہی رہی۔1994ء کے جماعتی انتخابات میں فرقہ وارانہ نعروں کی بنیاد پر تحریک جعفریہ پاکستان کو بھاری اکثریت سے کامیابی ملی لیکن یہ جماعت اپنی انتخابی منشور "پانچواں صوبہ" کو عملی جامہ پہنانے میں بری طرح ناکام رہی۔

اگر چہ تحریک جعفریہ پاکستان (اسلامی تحریک پاکستان)،جمعیت علماء اسلام،مجلس وحدت مسلمین،اور جماعت اسلامی جیسی مذہبی جماعتیں اپنی مخصوص مسلکی حلقوں میں سیاست کررہی ہے لیکن پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ ن کو بھی گلگت بلتستان میں دومختلف مسلکوں کی ترجمان جماعتیں سمجھی جاتی رہی ہیں۔قانون ساز اسمبلی اور کونسل میں عہدوں کی تقسیم بھی مسلکی بنیادوں پر ہی ہوتا ہے۔مسلک کا استعمال ہی وہ ریاستی حکمت عملی، وفاقی پارٹیوں کا منشور اور عمومی سوچ ہے جو گلگت بلتستان کے عوام کو قومی اور اجتماعی مفادات کے لئے ایکا ہونے نہیں دیتی۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کے 28 مئی 1999ء کے فیصلے پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لئے اس وقت کے وزیر امور کشمیر عبد المجید ملک 2 اکتوبر 1999ء کو اسلام آباد سے گلگت بلتستان پہنچے اور اعلان کیا کہ حکومت ناردرن ایریاز کونسل کو بہت جلد ناردرن ایریاز قانون ساز کونسل بنائے گی، دس دن بعد مسلم لیگ ن کا گلگت بلتستان میں ریفارمز لانے کا خواب اس وقت چکنا چور ہوگیا جب 12 اکتوبر 1999ء کو آرمی چیف جنرل پرویز مشرف نے مسلم لیگ ن کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔جب مشرف نے ملک میں مارشل لاء لگا کر عوامی حکومتوں کو ختم کردیا اس وقت گلگت بلتستان کی متنازعہ اور الگ حیثیت کے مدنظر ناردرن ایریاز کونسل کو نہیں توڑا گیا بلکہ آرمی کو گلگت بلتستان کی انتظامی معاملات میں براہ راست شامل کیا گیا۔سول انتظامیہ اور عوام پر کڑی نظر رکھنے کے لئے تمام ڈسٹرکٹس میں آرمی مونیٹرنگ ٹیمیں تشکیل دی گئیں۔

جنرل مشرف کی حکومت نے 7 جولائی 2000ء میں ناردرن ایریاز قانون ساز کونسل کے بروقت انتخابات منعقد کرائے۔جنرل مشرف کا گلگت بلتستان پر موقف جنرل ضیاء سے بالکل مختلف اور دوٹوک تھا۔جنرل مشرف نے بھارتی وزیر اعظم واجپائی سے آگرہ میں ایک ناکام مذاکرات کئے،اس مذاکرات کے دوران جنرل مشرف نے گلگت بلتستان کو متنازعہ کشمیر کی ایک الگ اکائی (Identity) قرار دیا۔انہوں نے ریاست جموں وکشمیر کی اکائیوں کو تقسیم کر کے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کی تجویز بھی دی تھی۔جس میں گلگت اور بلتستان کی تقسیم بھی زیر غور تھا۔جنرل مشرف نے 23 اگست 2007ء میں گلگت بلتستان کے لئے ایک نیا پیکیج متعارف کرایا اس کے مطابق ناردرن ایریاز قانون ساز کونسل کا نام ناردرن ایریاز لیجسلیٹو اسمبلی (NALA) رکھا گیا۔ڈپٹی چیف ایگزیکٹو کو ترقی دے کر چیف ایگزیکٹو بنایا گیا جبکہ چیف ایگزیکٹو (وزیر امور کشمیر وناردرن ایریاز) کو اس اسمبلی کا چیرمین بنایا گیا۔اس بار اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کے عہدے بھی متعارف کرائے گئے۔اس پیکیج کے مطابق بھی تمام اختیارات وزیر امور کشمیر وشمالی علاقہ جات کے پاس ہی رہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے 9 ستمبر 2009 کو گلگت بلتستان کے لئے ایک نیا انتظامی پیکیج کا اعلان کیا اسے گلگت بلتستان امپاورمنٹ اینڈ سیلف گورننس آرڈر 2009ء کہا جاتا ہے۔ ناردرن ایریاز کو تبدیل کر کے گلگت بلتستان نام دوبارہ بحال کیا گیا۔ سیلف گورنینس آرڈر 2009ء کے تحت گلگت بلتستان میں ایک ہی وقت میں دو انتظامی سیٹ اپ

بنائے گئے ایک سیٹ اپ صوبائی طرز کی " گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی" بنائی جس کا سربراہ وزیر اعلی ہے۔ دوسری سیٹ اپ ریاستی طرز کی بنائی جسے " گلگت بلتستان کونسل " کہا جاتا ہے جس کا سربراہ وزیر اعظم پاکستان ہے۔اس انتظامی سیٹ اپ کے مطابق گورنمنٹ سے مراد گلگت بلتستان اور شہری سے مراد گلگت بلتستان کے ڈومیسائل رکھنے والے افراد ہیں۔گلگت بلتستان صوبہ نہیں بلکہ گلگت بلتستان میں صوبائی طرز کی انتظامی یونٹ بنائی گئی ہے۔ اس پیکیج کے مطابق بھی وزیر امور کشمیر ،گلگت بلتستان کے ہر سیاہ وسفید کا مالک ہے،گلگت بلتستان کا وزیر اعلٰی پاکستان کے وزیر اعظم کو نہیں بلکہ وزارت امور کشمیر وگلگت بلتستان کو جواب دہ ہے۔اس انتظامی سیٹ اپ کے ذریعے گلگت بلتستان کے عوام کو دھوکہ دیا گیا کہ گلگت بلتستان پاکستان کا صوبہ بن گیا ہے اور اس پیکیج کی آڑ میں گلگت بلتستان کو مکمل طور پر غیر مقامی بیوروکریسی کے حوالے کیا گیا۔ یہاں انسداد دہشت گردی، نیشنل ایکشن پلان اور شیڈول فورتھ جیسے کالے قوانین کا اطلاق کر کے عوامی حقوق کے لئے اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے کے لئے راہ ہموار کیا گیا۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کی موجودہ حکومت بھی گلگت بلتستان میں نئے انتظامی اصطلاحات لانا چاہتی ہے اس مقصد کے لئے مشیر خارجہ سرتاج عزیز کی سربراہی میں ایک کمیٹی دو سال قبل بنائی گئی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی پر مسلم لیگ ن کو اسی صورت میں برتری مل سکتی ہے کہ وہ پی پی پی سے بڑھ کر کوئی انقلابی قدم اٹھائے، یہ انقلابی قدم گلگت بلتستان سے نوآبادیاتی نظام حکومت کا خاتمہ کرتے ہوئے یہاں مکمل خود مختار اور بااختیار قانون ساز اسمبلی کی تشکیل ہی ہوسکتی ہے۔تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ حکومت ،گلگت بلتستان کی متنازعہ حیثیت کو قائم ودائم رکھتے ہوئے ایک بار پھر انتظامی اصطلاحات لانے جارہی ہے۔جس میں گلگت بلتستان سے قومی اسمبلی اور سینیٹ کے لئے مبصر لئے جائیں گے۔ آئینی حقوق کے معاملے پر جس طرح حکومت پاکستان بے بس ہے اسی طرح گلگت بلتستان کے عوام میں بھی اتفاق رائے نہیں پایا جاتا۔ایک حلقہ فکر گلگت بلتستان کو پاکستان کا پانچواں آئینی صوبہ بنانے کا مطالبہ کررہے ہیں جبکہ دوسرا مکتب فکر آزاد کشمیر طرز کی سیٹ اپ کو گلگت بلتستان کی آئینی بحران کا ممکنہ حل سمجھتے ہیں۔قوم پرست جماعتیں بھی آزاد کشمیر طرز کی سیٹ اپ کو تنازعہ کشمیر کے حل ہونے تک قابل عمل سمجھتے ہیں۔گلگت بلتستان کی تشخص کا بحران دن بہ دن پیچیدہ ہوتا جارہا ہے۔اس پیچیدگی کو سمجھنے کے لئے عالمی اور پاکستان کی عدالتوں کے فیصلوں کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ منزل تک پہنچنے کے لئے راستے کا تعین کرنے میں آسانی ہو۔

گلگت بلتستان کی آئینی حقوق کا مقدمہ عالمی عدالت میں زیر التواء ہے تاہم یہ مقدمہ پاکستان اور آزاد کشمیر کی عدالتوں میں بھی چلتا رہا ہے اور عدالتوں نے جو فیصلے صادر کئے ہیں، وہ انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔گلگت بلتستان کی آئینی حیثیت پر آزاد کشمیر ہائی کورٹ نے ملک مسکین اور حاجی بشیر کی درخواست پر 18 مارچ 1993 کو اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ " گلگت بلتستان آزاد کشمیر کا تاریخی اور آئینی حصہ ہے، آزاد کشمیر حکومت یہاں انتظامی ادارے قائم کرے"۔حکومت آزاد کشمیر نے اس عدالتی حکم کو آزاد کشمیر سپریم کورٹ میں چیلنج کیا تھا۔آزاد کشمیر سپریم کورٹ نے 14 ستمبر 1994 ءکو اپنے فیصلہ میں کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ " گلگت بلتستان ریاست جموں وکشمیر کا حصہ ہے لیکن آزاد کشمیر کا حصہ نہیں ہے،اس لئے آزاد کشمیر حکومت کو گلگت بلتستان کو اپنی انتظامی کنٹرول میں لینے کی ضرورت نہیں"۔

گلگت بلتستان کے عوام میں سپریم کورٹ پاکستان کا عدالتی حکم نامہ بہت مقبول ہے اور بار بار مطالبہ کرتے ہیں کہ سپریم کورٹ پاکستان کے حکم پر عمل درآمد ہونا چاہیئے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان اپنی تاریخی فیصلہ 28 اپریل 1999ء میں صفحہ نمبر 42 پر حکم صادر کرتا ہے کہ

" گلگت بلتستان جغرافیائی لحاظ سے انڈیا، چین تبت، روس کے درمیان ایک انتہائی حساس خطہ ہے، یہ عدالت فیصلہ نہیں کرسکتی کہ گلگت بلتستان کو کس طرح کی حکومت دینی چاہیئے کیونکہ اس بات کی آئین پاکستان اجازت نہیں دیتی، اور نہ ہی ہم ہدایت دے سکتے ہیں کہ گلگت بلتستان کو پارلیمنٹ میں نمائندگی دی جائے کیونکہ یہ ملک کے عظیم تر مفاد میں نہیں دراصل یہاں اقوام متحدہ کے زیر نگراں رائے شماری ہونا ہے"۔آگے یہ بھی حکم کرتا ہے کہ "ناردرن ایریاز ریاست جموں وکشمیر کا آئینی حصہ تھے ،حکومت پاکستان چھ مہینوں کے اندر یہاں بنیادی حقوق، سیاسی اور انتظامی اداروں کی فراہمی کو یقینی بنائیں،اس طرح کے اقدام سے مسئلہ کشمیر پر پاکستان کا موقف پر کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیئے"

عالمی عدالت کا فیصلہ بھی بیان کئے دیتے ہیں تاکہ گلگت بلتستان کے عوام کو اس اہم نکتے کو سمجھنے میں مدد ملے کہ گلگت بلتستان کو پاکستان کا آئینی حصہ وصوبہ بنانے کے بارے میں عالمی عدالت کیا کہتی ہے۔اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل کی قرارداد 30 مارچ 1951ء میں پاکستان اور انڈیا نے اس بات کو قبول کر کے دستخط کئے ہیں کہ " پاکستان اور انڈیا کی اسمبلیوں کو ریاست جموں وکشمیر کی مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا"۔قابل غور حقیقت یہ بھی ہے کہ آزاد کشمیر اور جموں وکشمیر کی اسمبلیوں کو بھی پاکستان یا انڈیا سے الحاق کا حق حاصل نہیں ہوگا اور اسی طرح گلگت بلتستان کی این سی پی (Non Constitutional Province) اسمبلی کو بھی کسی سے الحاق کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ اسمبلی ایک لاکھ چوبیس ہزار قرار دادیں پاس کرے جب تک مسئلہ کشمیر عالمی عدالت میں زیر التواء رہے گا پاکستان گلگت بلتستان کو آئینی حصہ نہیں بناسکتی ہے اسی طرح انڈیا، لداخ، جموں ،اودھم پور اور کاٹھواہ کو اپنا حصہ نہیں بناسکتی ہے۔ یاد رہے کہ ان خطوں کی عوام بھی مسئلہ کشمیر سے جان چھڑا کر انڈین یونین کا مستقل حصہ بننے کے خواہشمند ہیں۔اگر گلگت بلتستان کو پاکستان میں ضم کیا گیا تو بھارت فوری طور پر لداخ ،جموں، اودھم پور اور کاٹھواہ کو انڈین یونین کا حصہ بنائے گی اس سے مسئلہ کشمیر خود بخود دم توڑ دے گی۔مسئلہ کشمیر کا زندہ رہنا ضروری ہے کیونکہ یہ کسی کے لئے شہ رگ اور کسی کے لئے اٹوٹ انگ ہے جبکہ گلگت بلتستان زیور (Jewel) ہے اس لئے تو زیور 70 سالوں سے شہ رگ سے لٹکی ہوئی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ گلگت بلتستان کو ان دنوں قومی تشخص کی بدترین بحرانی کیفیت کا سامنا ہے۔